صلوٰۃ مؤقت

(خود فریبی یا خدا فریبی؟)

اورنگزیب یوسفزئی

وطن عزیز میں دو نمبر کے مروجہ عجمی اسلام کے فقید المثال اور عدیم النظیر ہنگامہ ہائے روز و شب جاری و ساری ہیں۔ بقایا ملت اسلامیہ میں بھی دو نمبر کے "مذہبی" علماء برساتی کیڑوں کی طرح ابھرتے چلے جاتے ہیں۔ اور عبادت و روحانیت کے نام پر قومی زندگیوں کے پیکر میں مایوسی اور بے عملی کا زہر گھولنے میں مصروف ہیں۔ یہ منصوبہ بندی زمانہ قدیم سے تواتر سے چلی آرہی ہے۔ مغربی اور مقامی سامراج پہلے کی طرح سرپرستی پر آج بھی مستعد ہے۔ ان کی تمامتر مساعی کا مرکز و محور وہی ہے کہ "ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں"۔

مقابلے میں صرف راست اتباع قرآنی کے دعویدار چھوٹے چھوٹے حلقے ہیں۔ جو چند راسخ العقیدہ اکابر مفکرین کی مساعی جمیلہ کے سبب آج ملک کے کئی حصوں میں قائم ہیں۔ لیکن وحدت و مرکزیت کے فقدان کے سبب ، مجہول الحال اور مفقود الخبر حالت میں بکھرے نظر آتے ہیں۔ اور کسی بھی موثر سرپرستی سے محروم ہیں۔

انہی حلقہ ہائے قرآنی کے مابین ایک ایسے گروہ کا وجود بھی کارفرما ہے جو عجمی اسلام کے تجویز کردہ اور عرب استعمار کے نافذ کردہ فرسودہ اور بے سود عمل پرستش کو نہ صرف تسلیم ہی کرتا ہے، بلکہ اپنا ایک خاص قسم کا منفرد حرکات و سکنات اور انوکھے کلمات و مناجات پر مشتمل عمل پرستش (یعنی نماز) وضع کر چکا ہے۔ یہ انوکھی اختراع شدہ نماز جمہور امت کی

مسلمہ نماز کے برعکس روزانہ صرف تین بار پابندی سے با جماعت ادا کی جاتی ہے۔ اس کی رکعات، تکبیر، قیام، رکوع و سجود وغیرہ سب اپنا ایک الگ انداز رکھتے ہیں اور مسجدیں بھی الگ ہیں۔ اسے ''صلٰوۃ موقت'' کا اختراع کردہ مہمل نام دیا جا چکا ہے۔ جو دراصل ''نماز مؤقت'' کے معنی میں لیا جاتا ہے۔ یہ اسلئے کہ :-

- صلٰوۃ موقت کی اصطلاح کے مخترعین اور ان کے ہم قبیل بزبان خویش اسے ''روایتی نماز'' ہی کہتے اور مانتے ہیں اور اسی معنی میں پرستش کے عمل کے طور پر ادا کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو رسالہ بلاغ القرآن میں پچھلے ایک سال کے دوران تحریر شدہ مضامین جو اسی عنوان کے تحت شائع کئے گئے۔

- 'نماز مؤقت'' کی اصطلاح ہی دراصل مذکورہ عمل پرستش کی درست ترجمانی بھی کرتی ہے۔ کیونکہ یہ عمل پرستش ''صلٰوۃ'' کے زمرے میں تو آ ہی نہیں سکتا ،کیونکہ ''صلٰوۃ'' کے قرآنی اور لغوی معانی سے کوسوں دور ہے۔

- البتہ لفظ موقت اردو کے لفظ وقت سے ماخوذ ہے لیکن یہ گروہ اسے قرآن میں مذکور عربی لفظ موقوت کے مرادف سمجھتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کو بگاڑ کر اردو ترکیب میں لکھنے پر مصر ہے۔ یہ اصطلاح اگر ''صلٰوۃ موقوت'' ہوتی تو کم از کم قرآنی الفاظ سے مطابقت و مماثلت کی دعویدار ہوسکتی تھی۔ لیکن پھر شاید اس سے ان کا مطلوبہ معنی نہ نکل سکتا۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ مضمون ھذا صرف اس مدعے پر آپ سے مخاطب ہے کہ آیا موضوع زیر بحث یعنی ''صلٰوۃ مؤقت'' کی اصطلاح جس آیت کریمہ پر اپنی اصل و بنیاد قائم کرتی ہے ، اس آیت کریمہ کی تحقیق وتفہیم وتعبیر سے مذکورہ اصطلاح پیدا کرنا (مستنبط کرنا) ممکن بھی ہے یا نہیں۔ اور اگر ناممکن ہوتے ہوئے بھی پیدا کی گئی تو یہ اختراع و تاویل کس گناہ کبیرہ یا صغیرہ کے زمرے میں آتی ہے۔ یہ مقصد اس ناچیز کا ہرگز نہیں ہے کہ عیب جوئی کا ایک نیا در کھول دیا جائے جو افتراق و انتشار کا باعث بنے۔ بلکہ قرآن پر مبنی ایک مختصر علمی مبحث کے ذریعے حق اور باطل میں فرق کرکے ترک اغلاط اور اتفاق باہمی پیدا کرنے کی ایک حقیر کوشش ہے۔ التماس ہے کہ اسے انہی معنوں میں لیا جائے۔ واضح ہو کہ

مضمون ھذا ذاتیات سے بحث نہیں کرتا لہذا مندرجہ ذیل موضوعات کا احاطہ اسکے دائرے سے باہر ہے:-

۱۔ اس اصطلاح ''صلٰوۃ مؤقت'' کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟

۲- اسکی بدأت کے اسباب کیا تھے؟

۳- اس کے اولین موجد، مخترع ومخرج کا نام نامی کیا ہے؟

۴- اس کے مؤیدین حضرات کے اسماء گرامی کیا کیا تھے؟

۵- اس کے تحت پیدا ہونے والے ایک نئے فرقے کا نام کیا ہے؟

٦- اس اصطلاح کے اتباع میں ہونیوالا منفرد عمل امت کے نفاق، تشتت و افتراق میں کیا نئی جہت پیدا کر چکا ہے؟

۷- یا صلٰوۃ کے درست قرآنی ولغوی معانی کی رو سے اس کی تعبیرات کس عمل کی متقاضی ہیں۔ اور اس کے برعکس ہمارا عمل کس سمت کا رخ اختیار کیے ہوئے ہے، وغیرہ۔

تو پھر آیئے، براہ راست فرمان الٰہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور مغفرت و استعانت کی تمنا کیساتھ تھوڑی سی تحقیق و تنقیح کی جسارت کرتے ہیں۔ آیت کریمہ ہے:

(۴/۱۰۳) ''ان الصلٰوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا''

عمومی مروجہ عجمی تراجم:

۱۔ بیشک نماز مومنوں پر وقت پر ادا کرنے والا فریضہ ہے۔

۲۔ یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے۔

اب دیکھ لیتے ہیں آیت کریمہ کا قرآنی، عربی، لغوی ترجمہ وتفسیر وتحلیل :-

۱- یہ جملہ اسمیہ ہے۔

۲- اس کا مبتداء ''الصلٰوۃ'' ہے۔

۳- ''کتاب'' اس کی خبر ہے۔

۴- ''ان'' کلمہ حصر ہے۔ ان کے اثر سے الصلٰوۃ نصبی حالت میں ہے۔

۵- ''کانت'' فعل ناقص ہے۔ اور کتاباً کانت کے زیر اثر نصبی حالت میں ہے۔

۶- ''علی المومنین'' متعلقات خبر ہے۔

۷- ''موقوتاً'' نہ صرف کتاب کی صفت ہے اور مرکب توصیفی کا حصہ ہے بلکہ اسم المفعول بھی ہے۔

۸- مرکب توصیفی ''کتاب موقوت'' کانت کے زیر اثر کتاباً موقوتاً ہو گیا ہے۔

۹- اصل جملہ ''الصلوٰۃ کتاب'' ہے۔ جسکے معنی ہیں الصلوٰۃ ایک کتاب ہے۔

۱۰- ''کتاب'' بمعنی قانون یا فریضہ معلوم و معروف ہے۔

۱۱- مرکب توصیفی کتاب موقوت میں کتاب موصوف ہے اور موقوت اسکی صفت ہے۔

بالکل واضح ہے کہ موقوت صلوٰۃ کی نہیں بلکہ کتاب کی صفت ہے۔ اور اپنے مرکب توصیفی سے کاٹ کر مبتدا الصلوٰۃ کے ساتھ نہیں جوڑی جاسکتی۔ مبتدا یعنی الصلوٰۃ اپنی خبر ہی کیساتھ یعنی کتاب ہی کے ساتھ جڑے گا اور الصلوٰۃ ایک قانون/فریضہ ہے کے معنی دیگا۔ موقوت تو کتاب ہے یعنی قانون، صلوٰۃ نہیں۔ اگر ہم صلوٰۃ کو مؤقت یا موقوت کہیں گے تو جملے کی ہیئت ترکیبی بگاڑ دیں گے اور معانی کو الٹ پلٹ کر دینگے۔ اور یہ سب عربی گرامر اور صرف و نحو کے قواعد کی صریح خلاف ورزی ہوگی۔

۱۲- ''الصلوٰۃ '' نماز نہیں بلکہ پیروی و اتباع کے لغوی معانی رکھتی ہے اور یہاں بھی ''الصلوٰۃ'' نماز نہیں بلکہ معرف با لام ہونے کی جہت سے احکام الٰہی کی پیروی و نفاذ کے اصطلاحی معنی میں آتی ہے۔

۱۳- ''موقوت'' کا لغوی معنی ''حدود مقرر کردہ'' ہے۔ اس عربی لفظ کو اردو کے 'وقت' سے مشتق کرنا اور اس کا معنی ''اوقات مقرر کردہ'' لینا صرف تاویل کے زمرے میں آئیگا۔ مکہ مکرمہ کی زیارت کرنے والا ہر زائر ''مقام میقات'' سے گزرتا ہے جو کہ وہ جگہ ہے جس مقام سے مکہ مکرمہ کی حدود کی شروعات ہوتی ہیں۔ اور غیر مسلم کو روک لیا جاتا ہے۔ ثابت ہوا لفظ ''موقوت'' بمعنی حدود مقرر کردہ ہی ہے کیونکہ اسی سے ''میقات'' بمعنی وہ جگہ ہے جہاں سے مقرر کردہ حدود شروع (یا ختم) ہوتی ہیں۔ غالباً ''موقوت'' کے صحیح اور مستند معنی کیلئے اس سے زیادہ قوی اور نا قابل تردید دلیل مہیا کرنا ممکن نہ ہوگا۔ یہ ثبوت اس لئے پیش

خدمت کیا گیا کہ ہمارا واسطہ اکثر ذاتی ،من مانی تاویلات کرنے والے گروہوں سے پڑتا ہے جو لغات ہی کو مسترد کرنے کی کوششیں فرماتے ہیں۔ یہاں لغات کے ساتھ ساتھ برسرزمین حقائق کی موجودگی معانی میں کسی دھاندلی کی اجازت نہ دے گی۔ نیز ''موقوت'' کا مؤقت سے بلحاظ معنی کوئی تعلق نہیں ہے۔

پس آیت کریمہ مذکورہ کا مستند قرآنی، عربی، لغوی، بامحاورہ ترجمہ کچھ اسطرح بنتا ہے:-

پیروی و نفاذ احکام الٰہی (الصلوٰۃ) درحقیقت مومنین کے ذمہ لگایا گیا ایک قانون/فریضہ (کتاب) ہے اور یہ قانون/فریضہ حدود مقرر کردہ ہے (موقوت)''۔

تفسیر میں ہم یہ کہ سکیں گے کہ مومنین پر واجب کیا گیا ہے کہ احکامات الٰہیہ کا قانون کی شکل میں اپنی مملکت میں نفاذ کریں تا کہ اسکا قومی/انسانی سطح پر اتباع ہو۔ یہ قانون اپنی حدود خود مقرر کرتا ہے۔ یا اسکے ذریعے انسانوں کی آزادی کی حدود مقرر ہونگی یا یہ قانون حدود فراموش نہیں یا حدود سے تجاوز نہیں ہونے دیتا، وغیرہ۔

چنانچہ ''صلوٰۃ مؤقت'' ایک خود ساختہ اصطلاح ثابت ہوتی ہے۔ اس اصطلاح کے گھڑنے میں صریح تحریف قرآنی کا ارتکاب نظر آتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پہلے سے وضع کردہ ایک ذاتی نظریے کو قرآنی معانی کی دست برد کے ذریعے مستند ثابت کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔ درج ذیل اغلاط و نتائج بہت واضح ہیں:-

☆ ''الصلوٰۃ'' کو اسی نماز کے معنی میں لیا گیا ہے جو لغات اور تصریف الآیات کی رو سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ جسکی واحد سند ان کے نزدیک تواتر ہے۔ لیکن مولانا ابوالکلام آزاد کے بقول، تواتر صرف اسی عمل کا مانا جائیگا جو قرآن میں بھی موجود اور اس کتاب عظیم سے ثابت ہو۔ دیکھیے نکتہ نمبر۱۲۔

☆ ''موقوت'' کا خود ساختہ ترجمہ یا تاویل کی گئی ہے۔ عربی زبان، لغات، قرآنی معنی، برسرزمین حقائق سب اس تاویل کی نفی کرتے ہیں۔ جیسا کہ نکتہ نمبر۱۳ میں ثابت کیا گیا۔

☆ ''موقوت'' اردو زبان کا لفظ نہیں ہے اور اپنے حسب منشاء معنی لینے کیلئے وقت (اردو)

سے اسکو مشتق کرنا غلطی ہوگی یا لاعلمی یا مطلب براری۔ یہاں تو اس سے بڑی فنکاری یہ کی گئی کہ عربی لفظ صلوٰۃ کے ساتھ موقوت کی بگاڑی ہوئی اردو شکل ''موقت'' کا لاحقہ لگایا گیا ہے۔ یعنی زبان دانی کے اصولوں کی تضحیک کی گئی اور اصطلاح کو عربی اور اردو کی آمیزش سے چوں چوں کا مربہ بنا دیا گیا۔ پھر اصرار بھی ہے کہ یہ قرآنی اصطلاح ہے؟

☆ قرآنی آیت کریمہ کی ہیئت ترکیبی کو مسخ کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔ جملہ کو توڑنے مروڑنے اور اپنے موقف و مسلک پر لانے کیلئے گستاخ ہاتھ دراز کئے گئے ہیں۔ مزید براں لفظ موقوت کی بھی توڑ پھوڑ کی گئی ہے۔ جیسا کہ نکتہ نمبر ۱۱ اور ۱۳ میں واضح کیا گیا۔

☆ ایک علیحدہ قسم کی نماز ایجاد کرنے کیلئے ایک بے سند و بلا جواز من گھڑت اصطلاح کو استعمال کیا گیا ہے۔

☆ جمہور امت کو گمراہ کرنے کے جرم کا ارتکاب بھی کیا گیا نظر آتا ہے۔

☆ قرآن کی گم کردہ اصل و درست تعبیرات کو کھوجنے کے جاری عمل میں یہ اختراع ایک رکاوٹ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ اس عمل کی پیشرفت کو پیچھے کی طرف واپس دھکیلنے کی کوشش ہے۔

☆ قرآنی متبعین ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود روایت پرستی کے ذریعے دین کو مسخ کرنے کی سازشوں میں مدد و معاونت کے مترادف ہے۔

☆ ''صلوٰۃ مؤقت'' کے عقیدے اور اسکے تحت انجام پذیر عمل پرستش کو تفرقہ فی الدین کے قرآنی فلسفے کی روشنی میں دیکھا جائے تو غالباً شرک یعنی گناہ کبیرہ کے زمرے میں بآسانی شامل کیا جا سکتا ہے۔

یہ احقر کسی فتوے بازی پر ہرگز یقین نہیں رکھتا۔ اور اتحاد بین المتبعین القرآن ہی اس کا اصل الاصول و نصب العین ہے۔ موضوع زیر نظر پر قلم اٹھانا ہرگز ایک قابل رشک یا لائق تعریف کاوش نہیں ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہی غیر قرآنی عقائد قرآنی حلقوں کے اتحاد میں سد راہ بنے کھڑے ہیں۔ کیونکہ ان پر کھل کر بالمشافہ مکالمہ اب تک ناممکن العمل رہا ہے اسلئے مجبوراً، تحریراً، اختلاف کو دور کرنے کی کوشش میں ایک علمی بحث حقائق اجاگر

کرنے کیلیئے کی گئی۔ اوپر رقم کی گئی سطور کا مقصد اپنے کچھ محترم برادران اور قابل قدر اساتذہ کوتصویر کا ایک ''ناخوشگوار'' لیکن میرے نزدیک حقیقی قرآنی رخ دکھانے کی کوشش تھا۔ اس امید کے ساتھ کہ ''شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میرے بات''۔ اور ایک غیر قرآنی موقف کو ترک کرنے کی طرف کچھ پیش رفت ہو پائے۔ جو شاید اتحاد و اتفاق کی منزلوں کی طرف راہنمائی کردے۔

جس بھوک، افلاس، محرومی اور غصب و استحصال کی شکار اس مظلوم ملک کی یہ آفت زدہ قوم مدت دراز سے چلی آرہی ہے۔ اسکا واحد حل حکمران مافیا کو اقتدار سے محروم کر دینا اورقرآنی اشرافیہ کا ملکی معاملات کا کنٹرول حاصل کر لینا ہے۔ یہ کام صرف اتحاد کے حصول اور ایک متحدہ اور منظّم سیاسی جدوجہد کے ذریعے ہی انجام پا سکے گا۔ یقیناً اس عمل میں آئین کے تقاضے اور مروجہ قواعد و ضوابط لازمی پیش نظر رکھنے ہونگے تا کہ کسی طاقت کو انگلی اٹھانے اور رکاوٹ ڈالنے کا موقع نہ ملے اور تمامتر جدوجہد قانونی عمل کے زمرے میں ہی آئے۔

تو پھر آیئے اپنے اپنے غیر قرآنی عقائد کو درست کرتے ہوئے، اتحاد کی راہ کی تمام رکاوٹیں دور کر کے ایک مضبوط سیاسی پلیٹ فارم سے اسی عظیم قرآنی نصب العین کی طرف پر خلوص جدوجہد کا آغاز کریں جو تمام انبیاء و رسلﷺ کا اولین فریضہ تھا اور جسے ہمارے مالک نے ان کلمات سے واضح فرمایا تھا ''**و یضع عنهم اصرهم و الاغلال التی کانت علیهم**'' (۷/۱۵۷) اور جس کیلیئے اقتدار کے حصول (یعنی تمکن فی الارض) کی شرط عاید کی گئی تھی (۲۲/۴۱)۔